یہودیت وصیہونیت میں تشدد کا رجحان اور اس کے محرکات

محمد عبداللہ*
شاہد فریاد**

ABSTRACT:

"The Tendency of Violence in Judaism & Zionism and Its Motives"
In this article an attempt has been made to define the fundamental roots, basic ideas, and actual conducts of Judaism and its sub-branch Zionism. Every person and nation has a great desire to become prominent and conspicuous, but the Jews thought that they are more 'elite nation' than the anyone in the world. This concept of superiority complex creats great arrogance and hauteur among them. Theodor Herzl (D.1904) was the founder of Zionist Movement in A.D.1897. In the beginning, it was only a religious movement, but gradually converted into political movement. Then Herzl encouraged the Jews to return and settle in Palestine. At last the Zionist had been achieved their aim to establish an Israel State in 1948. Nowadays, they want to extend the boundries of Israel. For this purpose, the Jews reconfigure their homeland through divided the large Arab states into smaller and weaker states. That is why, the recently 'Zionist Mission' expansion anxiety and anarchy among the Muslims. So the recently wave of violence in Syria is also part of that mission.

Keywords: Judaism, Zionism, Violence, Tendency.

تاریخِ انسانی کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں مختلف اقوام کے حالات وواقعات،عقائد ونظریات،اقدار وروایات اور ان کی بود وباش کے نقوش ملتے ہیں،اگر چہ ہر قوم میں کسی نہ کسی حد تک برتری وتفوق کا نظریہ موجود ہے،لیکن اقوامِ عالم میں یہودیت کے علمبردار دنیا میں موجود دیگر اقوام وملل کے مقابلے غیر معمولی حد تک 'نسلی تعلّی' کے مرض میں مبتلا ہیں۔یہودیت کے پیروکار اپنے آپ کو اعلیٰ وارفع اور 'اخص الخواص' مخلوق سمجھتے ہیں،ان کے مطابق یہودی دنیا کی اہم اور اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین مخلوق میں سے ہیں۔ان کا یہ ذہنی تصور 'سورۃ المائدۃ' میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔''(۱)

اسی طرح عہد نامہ عتیق (کتاب پیدائش) میں یہودیوں کی خود پسندی حسبِ ذیل الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

''ابرہام سے تو یقیناً ایک بڑی اور زبردست قوم پیدا ہوگی اور زمین کی سب قومیں اس کے وسیلہ

* اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ،جامعہ پنجاب،لاہور،پاکستان برقی پتا: abdullah_pu@hotmail.com
** ریسرچ اسکالر،شعبۂ علوم اسلامیہ،جامعہ پنجاب،لاہور،پاکستان
تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۶/۱۲/۱۹ء

سے برکت پائیں گی۔''(۲)

جب کہ ان کے 'نسلی برتری' کے نظریہ کو ان کی مذہبی دستاویزات کا مجموعہ ''تالمود'' (۳) یوں بیان کرتی ہے:

"Heaven and earth were only created through the merit of Israel." (۴)

''یعنی ارض وسماء میں جو کچھ بھی پیدا کیا گیا اس پر استحقاق صرف بنی اسرائیل کا ہے۔'' (ترجمہ سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔مدیر)

جو قوم نظریاتی اور فکری طور پر اس حد تک تنگ نظر ہو تو ان سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی عالمگیر مساوات کا درس دے اور عملی طور پر اس کا مظاہرہ بھی کر کے دکھائے۔یہی وجہ ہے کہ یہودیت وصیہونیت میں عالمگیریت اور مساوات کا تصور ناپید ہے۔موجودہ یہودیت بظاہر دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہے، پہلا گروہ قدامت پرست یہودی، جب کہ دوسرا گروہ متشدد سوچ کا حامل 'صیہونی' ہے۔اگرچہ دونوں کے درمیان کچھ تفاوت اور اختلافات بھی ہیں،لیکن ان مناقشات اور جزوی اختلافات کے باوجود اجتماعی مقاصد کے حصول کے لئے وہ بڑی حد تک متحد ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ قدامت پسند یہودیوں کا متشدد ذہنیت کے حامل صیہونیوں کی کارستانیوں اور چیرہ دستیوں پر مجرمانہ خاموشی ہی ان کی 'نیم رضامندی' کی دلیل ہے۔ اس مقالہ میں یہودیت اور اس کی ذیلی شاخ صیہونیت کی نفسیات،ان کے توسیع پسندانہ عزائم، نہتے فلسطینیوں پر ظلم واستبداد، ان کا جبراً اخراج، بیت المقدس پر غاصبانہ قبضہ،مغربی کنارے پر ناجائز یہودی بستیوں کی تعمیر،اور غزہ میں جاری حالیہ تشدد کے واقعات جیسے موضوعات زیر بحث لائے جائیں گے۔اس کے علاوہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی مملکتِ خداداد پاکستان اپنے محل وقوع کی اہمیت اور عرب دنیا میں مقبولیت کے باعث ہمیشہ اسرائیل کو کھٹکتا رہا ہے اور وہ پاکستان کو اپنا حریف اور دشمن سمجھتا ہے لہٰذا موضوع ''یہودیت وصیہونیت میں تشدد کا رجحان اور اس کے محرکات'' بروقت اور اہمیت کا حامل ہے۔

'یہودیت' کی وجہ تسمیہ:

حضرت یعقوب کے چوتھے بیٹے ''یہودا'' یا ''یہوداہ'' کی طرف منسوب ہے۔ان کی اولاد اپنے آپ کو یہودی کہلانے لگی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس مذہب کی اکثریت نے اس لفظ کو اپنی شناخت اور پہچان بنالیا۔یہودیت کی وضاحت کرتے ہوئے مجد الدین فیروز آبادی (م۔۸۱۷ھ) لکھتے ہیں:

''یہود کی جمع یھد ان کی گئی ہے اور یہ اصطلاح ملت یہود کے گرد گھومتی ہے۔یہوداۃ سے مراد دل کی ایسی نرمی جس سے بھلائی کی امید کی جاسکے اور جس سے اصلاح ورخصت کی امید ہو۔یہودا حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کے بھائی کا نام ہے۔''(۵)

قرآن مجید میں بھی ان کو اس لقب سے پکارا گیا ہے چنانچہ سورۃ الجمعۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ(٦)

یہودیت کی امن پسندانہ تعلیمات:

یہودیت میں انسانی جان کی حرمت پر بہت زور دیا گیا ہے اور ناحق قتل کی ممانعت کی گئی ہے، 'عہد نامہ عتیق' کے مطابق خدا نے انسان کو اپنی صورت عطا کی ہے لہٰذا انسانی جان کا احترام کیا جائے تا کہ زمین پر انسانیت آباد ہو اور انسانوں کی بستیوں میں امن وامان کی فضا قائم ہو۔ چنانچہ اس مضمون کو 'کتاب پیدائش' میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''جو آدمی کا خون کرے اس کا خون آدمی سے ہوگا کیوں کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے، اور تم بارور ہو اور بڑھو اور زمین پر خوب اپنی نسل بڑھاؤ اور بہت زیادہ ہو جاؤ'' (۷)

یہودیت کی تعلیمات میں تحفظ جان و مال کو غیر معمولی اہمیت دی گئی جس کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس مذہب کی اصل تعلیمات میں تشدد اور فساد کا وجود نہیں۔ اس حوالے سے 'کتاب خروج' میں درج ہے:

''تو اپنے کنگال لوگوں کے مقدمہ میں انصاف کا خون نہ کرنا۔ جھوٹے معاملہ سے دور رہنا اور بے گناہوں اور صادقوں کو قتل نہ کرنا کیوں کہ میں شریر کو راست نہیں ٹھہراؤں گا۔'' (۸)

'کتاب گنتی' میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

''سو تم اس ملک کو جہاں تم رہو گے ناپاک نہ کرنا کیوں کہ خون ملک کو ناپاک کر دیتا ہے اور اس ملک کے لیے جس میں خون بہایا جائے سوائے قاتل کے خون کے اور کسی چیز کا کفارہ نہیں لیا جا سکتا۔'' (۹)

'تالمود' میں انسانی جان بچانے کو افضل ترین عمل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں "Babylonian Talmud" کی عبارت حسب ذیل ہے:

"A life must be saved on the sabbath, and the faster one goes about it the more praise worthy he is. If one saw a child fall into the water he should spread a net and pull it out." (۱۰)

''یعنی یوم السبت کو بھی کسی کی زندگی لازماً بچانی چاہیے، اور جو (کسی کی زندگی بچانے) کی خاطر جلدی کرتا ہے تو وہ زیادہ قابل تعریف ہے۔ اگر کوئی دیکھے کہ بچہ پانی میں گر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ جال بچھائے اور اسے (پانی) سے باہر نکالے۔''

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ یہودیت کی مذہبی تعلیمات میں تمام انسانیت کو عزت واحترام سے نوازا گیا ہے، اور انسانی جان کو قیمتی سمجھتے ہوئے خون ناحق کو ناپسندیدہ اور قبیح فعل سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیت کی تعلیمات میں حسبِ ضرورت لڑنے یا جنگ وجدال کی اجازت دی گئی ہے اور اس ضمن میں واضح اصول وضوابط بتائے گئے ہیں جن روگردانی کی اجازت نہیں دی گئی اور بے جا جنگ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ عہد نامہ عتیق میں حضرت یعقوبؑ سے متعلق لکھا گیا ہے کہ آپؑ جنگ وجدال کا خاتمہ کریں گے اور انسانوں کو امن وسلامتی کے ساتھ رہنے کی تلقین کریں گے۔ چنانچہ

اس ضمن میں 'کتاب یسعیاہ' کی عبارت حسب ذیل ہے:

''اور وہ قوموں کے درمیان عدالت کرے گا اور بہت سی امتوں کو ڈانٹے گا اور وہ اپنی تلواروں کو توڑ کر پھالیں اور اپنے بھالوں کو ہنسوے بنا ڈالیں گے اور قوم قوم پر تلوار نہ چلائے گی اور وہ پھر کبھی جنگ کرنا نہ سیکھیں گے۔'' (۱۱)

جب جنگ کی جائے تو پہلے وہاں کے لوگوں کو صلح کا پیغام دیا جائے اگر وہ اسے قبول کرلیں تو پھر جنگ کرنے سے گریز کیا جائے۔اس مضمون کو 'کتاب استثناء' میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا۔اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے مطیع بن کر تیری خدمت کریں۔'' (۱۲)

صیہونیت کے متشدد افکار ونظریات:

تالمود کی تعلیمات کے مطابق غیر یہودی کی جان بچانا ضروری نہیں، کیوں کہ تالمود کی تعلیمات میں یہ سوچ کارفرما ہے کہ حقیقت میں انسان کہلانے کا حق دار صرف یہودی ہے، جب کہ غیر یہودی اگر معمولی جرم کا بھی ارتکاب کرے وہ شدید سے شدید تر سزا کا حقدار ٹھہرتا ہے اور بعض معمولی جرائم پر بھی سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ "Talmud Unmasked" میں اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"Heretics, traitors and apostates are to be thrown into a well and not rescued. A spy is to be killed, even in our days, where ever he is found. He may be killed even before he confesses, and even if he admits that he only intended to do harm to somebody, and if the harm which he intended is not very great, it is sufficient to have him condemned to death." (۱۳)

''یعنی ملحد، باغی، اور بے دین کو کنویں میں پھینک دیا جائے اور اس کی جان نہ بچائی جائے۔جاسوسی کرنے والے کو بھی جہاں پاؤ قتل کردو، ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے والے کو جان سے مار ڈالا جائے قبل اس کے وہ اعترافِ جرم کرے یا وہ خود اپنے جرم کا اعتراف کرلے یا (غیر یہودی) کوئی بہت بڑا جرم نہ کرے، پھر بھی ہلکی نوعیت کا جرم بھی اسے سزائے موت کا حقدار ٹھہراتا ہے۔''

مذکورہ عبارت سے جہاں اس قوم میں عدم مساوات کا اندازہ ہوتا ہے یعنی یہود اور غیر یہود کا فرق وہیں ان کی انتہا پسندانہ سوچ بھی آشکارا ہوتی ہے۔اس کے علاوہ یہودی مذہبی ادب کی دستاویزات ''کتاب جوشوا'' (Joshua)(۱۴) میں بھی تشدد اور تنگ نظری پر اکسانے والے نظریات ملتے ہیں۔اس کی تحریروں کے مطابق 'ارض فلسطین' یہودیوں کو عطیہ خداوندی کے طور پر ملی ہے اور اس سرزمین کے حصول میں انہوں نے کوئی تاخیر یا اس کو حاصل کرنے میں کوئی رحم و ہمدردی

کا مظاہرہ کیا تو خداوند انہیں اس نعمت سے محروم کردے گا۔چنانچہ اس کتاب کی عبارات کچھ یوں ہیں:

"If you turn away, and cling to the remnat of these nations, that remain with you; and intermarry with them and mingle with and they with you. Know of a certainty that the Lord your God will not drive these nations out from before you, anymore; and they will be a snare and an obstacle to you, and a goad in your sides and thorns in your eyes, until you perish from this good land, which the Lord your God has given you." (۱۵)

''یعنی اگر تم نے راستے سے منہ موڑا اور ان اقوام کے بچے کھچے حصوں سے ناطہ جوڑا،حتیٰ کہ ان سے جو تم میں بچ رہے ہیں اور ان سے ازدواج سے رشتے میں منسلک ہوئے یا ان کی جانب رجوع کیا، یا انہوں نے تمہاری جانب، جان لو اور یقین کرلو کہ تمہارا مالک خدا، ان اقوام کو کھدیڑ کر تمھاری نظروں سے اوجھل نہیں کرے گا ہاں البتہ وہ تمہارے لیے ایک جال اور پھندا بن جائیں گے،تمہارے پہلو میں بربادی ہوگی اور تمہاری آنکھوں میں پیوست کانٹے جب تک کہ تم اس پاک زمین (ارضِ موعود) سے نابود نہ ہوجاؤ جو کہ تمہارے خدا نے تمہیں عطا کی ہے۔''

'یہودی پروٹوکولز' کا انکشاف:

۱۹۱۸ء میں صیہونیت کی ایک بڑی سازش پکڑی گئی جس کے انکشاف پر پوری دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔یہ خفیہ دستاویزات "Protocols of The Elders of Zions" یعنی 'یہودی پروٹوکولز' کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ان میں یہود کے وہ منصوبے درج ہیں جو انہوں نے دنیا کو غلام بنانے کے لئے تیار کئے تھے۔چنانچہ ان دستاویزات میں کس قدر تعصب، تنگ نظری اور متشدد ذہنیت کا اظہار کیا گیا ہے، اس کا اندازہ ان پروٹولز کی حسب ذیل عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

" We shall slay and we shall not spare; we, as head of all our troops, are mounted on the steed of the leader. We rule by force of will, because in our hands are the fragments of a once powerful party, now vanquished by us, and the weapons in our hands are limitless ambitions, burning greediness, merciless vengeance, hatreds and malice." (۱۶)

''ہم قتل کریں گے اور قتل عام میں کسی کو نہ بخشیں گے۔ہم اپنے دوستوں کے سالار اعلیٰ کی حیثیت سے رہبری اور قیادت کرتے ہیں کیوں کہ ہمارے ہاتھوں میں اس جماعت کی تمام زمامیں موجود ہیں جو کبھی بہت طاقتور تھیں،جس کو اب ہم نیست و نابود کر چکے ہیں، اب ہمارے ہاتھوں میں جو ہتھیار ہیں وہ دراصل بے پایاں اور لامحدود امنگیں اور جذبات ہیں۔جلتی ہوئی شعلہ فشاں حرص ہے، بے رحم اور شقی القلبی کا انتقام ہے،جس میں نفرت اور غیض وغضب ہے۔''

''صیہونیت'' کی وجہ تسمیہ:

تحریک صیہونیت(Zionism) یہودیوں کی اس قوم پرستانہ جارح تحریک کا نام ہے جس کا بنیادی ہدف فلسطین کے

اندر ایک یہودی ریاست کی تشکیل اور اس کی حمایت تھا۔اگرچہ صیہونیت کی تشکیل انیسویں صدی کے اواخر میں مشرقی اور وسطی یورپ میں ہوئی ،مگر یہ یروشلم کی ایک قدیم ترین پہاڑی 'صیہون' کے تاریخی مقام سے یہودیوں اور صیہونیوں کے قوم پرستانہ تعلق اور لگاؤ کا اظہار ہے۔چنانچہ اس ضمن میں ''انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا'' کی عبارت حسب ذیل ہے:

"The religious and emotional qualities of the name arise from the importance of Jerusalem as the royal city and the city of the Temple. The city summarizes in itself several of the basic themes of Israelite belief. Mount Zion is the place where Yahweh, the God of Israel, dwells, the place where he is king and where he has installe d his king, David."(۱۷)

دراصل صیہون یروشلم شہر کی انتہائی شمالی پہاڑی کا نام ہے۔تقریباً ۱۰۰۰(ق۔م) میں حضرت داؤدؑ نے صیہون پر قبضہ کیا اور یہاں ایک قلعہ تعمیر کروا کر متحدہ حکومت کا مرکز بنایا۔اس مضمون کو ''۲۔سموئیل'' میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''داؤد نے صِیُّون کا قلعہ لے لیا۔وہی داؤد کا شہر ہے۔اور داؤد اس قلعہ میں رہنے لگا اور اس نے اس کا نام داؤد کا شہر رکھا اور داؤد نے گرداگرد ملّو سے لے کر اندر کے رخ تک بہت کچھ تعمیر کیا۔اور داؤد بڑھتا ہی گیا کیوں کہ خداوند لشکروں کا خدا اس کے ساتھ تھا۔''(۱۸)

صیہونیوں کے نمایاں خصائص:

اس قوم کے نمایاں خصائص کا ذکر کیا جائے تو ان میں قوم پرستی ،نسلی تفاخر،ہوسِ زر،تشدد و انتہا پسندی اور اپنے مرکز (فلسطین) سے والہانہ لگاؤ،یہ وہ خصائص ہیں جو انہیں دنیا میں موجود دیگر اقوام وملل سے منفرد اور نمایاں کرتے ہیں۔جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہودیت کے علمبرداروں کو اولادِ ابراہیم ہونے پر اس قدر فخر ہے کہ وہ دنیا پر اپنی سربراہی اور حکومت کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قوموں کی قیادت ان کا فطری منصب ہے۔کیوں کہ وہ خدا کی برگزیدہ اور منتخب مخلوق ہیں،ان کے خیال میں دنیا کو روشنی ہمارے ہی واسطہ سے مل سکتی ہے۔قوم ہے تو ہماری، نبی ہے تو ہمارا، جو ہمارے اندر ہے وہ صحیح ہے اور جو ہم سے باہر ہے وہ گمراہ۔جہاں تک نسلی تفاخر کی بات کی جائے تو ماضی کی تاریخ ہو یا حال کا ذکر یہ قوم جس علاقے اور جس ملک میں گئی اپنے نسلی تفاخر کی بناء پر اقلیت میں ہونے کے باوجود وہاں کی تہذیب کو قبول کرنے کی بجائے انہوں نے وہاں اپنا کلچر تھوپنے کی کوشش کی۔مثال کے طور پر اٹلی اور جرمنی میں عیسائیوں سے مختلف نظر آنے کے لیے یہ اپنا مخصوص لباس پہنتے۔صیہونیوں کے نسلی تفاخر کی دو صورتیں قابل ذکر ہیں،ایک یہ کہ اپنی تہذیبی برتری کا اظہار،اور دوسرا یہ کہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں پر بے جا تنقید۔چنانچہ ان کے مذہبی لٹریچر میں عیسائیت کے بارے میں خاصہ منفی مواد موجود ہے۔اس کے علاوہ نبی پاک ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق ڈنمارک کے یہودی اخبار کے توہین آمیز کارٹون کا بھی یہی پس منظر ہے۔''(۱۹)

قوم یہود تقریباً دو ہزار سال سے اپنے مرکز (ارضِ موعود) سے دور رہے،لیکن ان کے اذہان وقلوب اس سرزمین سے

محبت اور لگاؤ کے شکنجے میں بڑے مضبوطی سے جکڑے رہے۔ یہاں تک کہ دیگر اقوام کے ساتھ رہتے ہوئے زندگی کی رنگینیوں، رعنائیوں، چاپلوسیوں، جلبلاہٹوں، اور تصادموں نے بھی ان میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں کی۔ یہودیت کی اس ذہنیت کو بیان کرتے ہوئے 'یوسف ظفر' لکھتے ہیں:

''جب ۷۰ء عیسوی میں اسے قتل و غارت کے بعد جلاوطن ہونا پڑا تو بنی اسرائیل کا دل اس مٹی میں پڑا رہ گیا، اس نے یورپ، ایشیا اور افریقہ کی تمام قوموں اور علاقوں کو اپنی مخصوص ذہنیت سے متاثر کیا لیکن حتیٰ الامکان اپنی انفرادیت کو قائم رکھنے کی جدوجہد کرتے رہے۔ بیسویں صدی میں جب یہود کے ارضِ مقدس میں لوٹنے کے آثار نظر آئے تو دنیا حیران رہ گئی۔ اقوامِ عالم نے دیکھا کہ دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ بھی اس قوم کو یورپی یا ایشیائی اقوام میں ضم کرنے سے قاصر رہا۔ دنیا کے ہر خطے کے باشندے ہوتے ہوئے بھی وہ فلسطینی الاصل تھے اور ہر ملک میں ان کے آبائی گورستان، مال و دولت، لسانی نسبتیں اور علاقائی عصبیتیں بھی انہیں اپنے مرکز کی طرف لوٹنے سے نہ روک سکیں۔'' (۲۰) (یہ اندازِ فکر صحیح نہیں ہے۔مدیر)

فساد فی الارض اور اقوامِ عالم میں رسوائی:

اس قوم کے منفی رویے کی وجہ سے اسے ہر جگہ ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا، اور ارشاد خداوندی بھی اس قوم سے متعلق یہی ہے کہ بنی اسرائیل کے کفر و معصیت کی بنا پر اللہ رب العزت نے ان کو ذلت و مسکنت کا شکار کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآؤُواْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُواْ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعْتَدُونَ(۲۱)

اگرچہ فتح بیت المقدس (۱۶ھ) سے لے کر عثمانیہ سلطنت (۱۴۵۳ء۔۱۹۲۴ء) تک مسلمانوں نے اس قوم کو انسانی، مذہبی، سماجی، معاشی اور تمدنی حقوق سے نوازا، لیکن اس قوم نے اپنی روایتی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام اور اہل اسلام سے دشمنی مول لینے کا کوئی موقع ہاتھ نہ جانے دیا۔ چنانچہ اس قوم کی ذہنیت اور اہل ایمان سے ان کے بغض وعناد کو 'سورۃ المائدۃ' میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''یقیناً آپ ایمان والوں کا سب سے زیادہ سخت دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے۔'' (۲۲)

مذکورہ آیت کی توضیح کرتے ہوئے ابن کثیرؒ (م۔۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''یعنی یہود کو اہل حق سے جو دشمنی اور عناد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سرکشی اور انکار کا مادہ زیادہ ہے اور اپنی ضد سے گمراہی پر قائم ہیں، حق کے مقابلے میں بگڑ بیٹھتے ہیں، اہل حق پر حقارت سے

دیکھتے ہیں، علم سے کورے ہیں۔یہی تھے جنھوں نے بہت سے انبیاء کو قتل کیا خود نبی پاک ﷺ کے قتل کا بھی ارادہ کیا اور ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار آپ ﷺ کو زہر دیا اور جادو کیا اور اپنے جیسے بد باطن لوگوں کو ساتھ ملا کر نبی کریم ﷺ پر حملے کیے لیکن اللہ نے ان کو ناکام ونامراد اور لعنت زدہ کیا قیامت قائم ہونے تک۔''(۲۳)

احسان فراموشی اس قوم کی سرشت میں شامل ہے،اسی لئے ان کو اپنے منفی کردار کی بدولت دنیا بھر میں ذلت ورسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔اس ضمن میں سید حبیب الحق ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''دوسری، تیسری اور چوتھی صلیبی جنگوں میں ان کے منفی رویوں کی وجہ سے ان کے خلاف نفرت بھڑکی۔ ان کے اخراج کی تحریک تمام بڑے شہروں میں شروع ہوئی۔انگلینڈ جہاں انہیں ابتدائی امان ملی یہودیوں کے اخراج کا مرکز بن گیا۔۱۲۹۰ء میں ایڈورڈ اول نے ان کو انگلستان سے نکال دیا۔۱۳۰۶ء میں فرانس سے نکالے گئے، جرمنی میں ۱۳۴۸ء میں ان سے اتنی نفرت تھی کہ ان کی آبادیوں کے کنوؤں میں زہر گھول دیا گیا۔۱۳۹۱ء سے ۱۴۰۱ء تک اسپین میں ان کا قتل عام رہا۔۱۴۹۷ء میں پرتگال نے بھی چن چن کر یہودیوں کو ملک بدر کیا۔یورپ کا مذہبی طبقہ بھی ان سے نفرت کرتا تھا، پوپ معصوم سوم نے ان کے لئے ذلت کے نشانات (badge) بنوائے اور مذہبی طور پر یہودیوں کو پابند کیا کہ وہ یہ بیج پہن کر رکھا کریں۔۱۶۴۸ء سے ۱۶۴۹ء میں پولینڈ میں ان کا قتل عام ہوا۔تقریباً پورے یورپ میں یہودیوں پر ایک ذلت ٹیکس (humiliating travel toll) عائد تھا۔فرانس کا مشہور مفکر والٹیر باوجود یہ کہ آزادیوں کا علمبردار تھا یہودیوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔''(۲۴)

تھیوڈر ہرزل کی تحریک:

یہودیوں نے اپنے الگ وطن کی باقاعدہ کوشش ۱۸۹۷ء میں سوئٹزرلینڈ کے ایک عالمی یہودی کانفرنس میں شروع کی، اسی اجلاس میں ایک صد سالہ منصوبہ (۱۸۹۷ء۔۱۹۹۷ء) منظور کیا گیا، جسے روڈ میپ (Road Map) کا نام دیا گیا۔اس کے علاوہ اس کانفرنس میں تھیوڈر ہرزل (Theodor Herzl) کی زیر قیادت ایک مسودہ تیار کیا گیا، جس کی رو سے صہیونی ریاست کے قیام کا لائحہ عمل مرتب کیا گیا تھیوڈر ہرزل (م:۱۹۰۴ء) نے سرزمین فلسطین کے حصول کے کیلئے یہوویوں کو دنیا کے مختلف خطوں سے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی مہم شروع کی۔اس ضمن میں جیمز گیلون "James Gelvin" لکھتا ہے:

"The conquest of land and labour was the policy of the early Jewish settlers (Herzl etc.). Although the official establishment of Israel would have to wait until half a century after Herzl's death in 1948, there already begun a process of changing facts on the ground in Palestine from the late nineteenth century to its creation. Indeed, the process is still going

on today as Israel is continuing its policies of appropriating Palestinian lands in East Jerusalem and the West Bank by converting them to massive Jewish only settlements."(۲۵)

انیسویں صدی کے وسط میں دنیا بھر کے یہودی فلسطین میں آباد ہونا شروع ہو گئے۔ یہ زرعی زمینوں کی خریداری کے ذریعے فلسطین میں اپنے قدم مضبوط کرتے رہے۔ آخر کار چند سالوں میں دنیا بھر سے تیں لاکھ یہودی فلسطین میں آباد ہوئے۔ انہوں نے فلسطین میں دہشت گردی کو بطور ہتھیار استعمال کیا اور اس کے ذریعے نفسیاتی دباؤ ڈالنا چاہتے تھے۔ مقصد یہی تھا کہ ایسی کاروائیوں کے ذریعے فلسطین کے رہنے والے افراد کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر فتح کیا جائے۔ اس ضمن میں ’آرنلڈ۔ٹی۔ڈبلیو‘ "Arnold T. W" لکھتا ہے:

"The establishment of Israel has been accomplished with pain and anguish. It is a state baptized in human blood. With passing of the UN partition plan, the Jews resorted to terrorism as a weapon of psychological warfare against the Arabs." (۲۶)

اعلانِ بالفور اور صیہونی عزائم کی تکمیل:

فلسطین کا علاقہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۸ء تک برطانوی سامراج کے قبضہ میں رہا اور اسی دوران یہاں یہودیوں کو مضبوط کیا گیا۔ صیہونی ریاست کے قیام کے لیے سیاسی بنیاد جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے دوران رکھی جا چکی تھی، جب برطانیہ اس جنگ میں بری طرح پھنس چکا تھا اور یہودیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے برطانیہ کو اسرائیلی ریاست قائم کرنے کے لیے دباؤ ڈالا۔ لارڈ آرتھر بالفور (Lord Arthur Balfour) برطانیہ کا وزیر خارجہ، جس نے اسرائیل کے قیام کے لیے ۲۔نومبر ۱۹۱۷ء میں ایک اہم سرکاری برطانوی دستاویز تیار کی تھی، دستاویز کے کل الفاظ ویسے تو محض ۶۷ ہیں، لیکن یہی وہ ۶۷ طاقتور الفاظ ہیں جنہوں نے اس پورے خطے کو گزشتہ ۷۰ سالوں سے آگ و خون میں نہلایا ہوا ہے۔ چنانچہ ’’اعلان بالفور‘‘ "Balfour Declaration" کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

"His Majesty's Government view with favour the establishment in Palestine of a national home for the Jewish people, and will use their best endeavors to facilitate the acheivement of this object, it being clearly understood that nothing shall be done which may prejudice the civil and religious rights of existing non-Jewish communities in Palestine(۲۷)

’’یعنی شاہ معظم کی حکومت، یہودیوں کے لیے ایک قومی وطن کی خاطر، فلسطین میں ایک ریاست کے قیام کا اعلان کرتی ہے۔ تاہم یہ بات بہت واضح طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ اس کی وجہ سے پہلے سے موجود غیر یہودی فلسطینی طبقوں کے مذہبی اور شہری حقوق کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جا سکے گا۔‘‘

اعلانِ بالفور میں عیاری کے ساتھ فلسطینیوں کے سیاسی حقوق کا ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ اعلان جو پہلے محض ایک خط تھا، اور اسے ایک ہفتے کے بعد ۹ نومبر ۱۹۱۷ کو اشاعت کے لیے پریس میں دیئے جانے کے بعد ’اعلانِ بالفور‘ کے سرکاری نام سے

پکارا جانے لگا۔اس سے قبل فلسطین عرصۂ دراز سے عثمانی خلافت کے صوبے ''شام'' کا ایک حصہ چلا آ رہا تھا۔آخری عثمانی خلیفہ عبدالحمید ثانی کو بھی اولین صیہونی رہنما 'تھیوڈر ہرزل' نے فلسطین بخشے جانے کے عوض کئی لاکھ پاؤنڈ عطیہ (رشوت) دینے کی پیشکش کی تھی۔لیکن خلیفہ نے اسے جو جواب دیا تھا وہ نہایت جرأت مندانہ تھا،خلیفہ کے الفاظ یہ تھے کہ: ''فلسطین کو اس کی لاش پر سے گزر کر ہی اس سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔'' (۲۸)

مذکورہ اعلان میں یہودیوں کے لیے تو ایک ریاست کی خوشخبری سنا دی گئی تھی،لیکن قدیم عرب باشندوں کے لیے سیاسی کے بجائے محض مذہبی اور شہری حقوق کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا تھا۔عربوں کے لئے یہ اعلان سراسر ناانصافی پر مبنی تھا۔خطے میں صورتحال پہلے ہی سے یہ تھی کہ یہودی جہاز بھر بھر کے فلسطین پہنچ رہے تھے اور فلسطینیوں کو علاقے سے یا تو جبراً باہر نکال رہے تھے،یا پھر اونے پونے داموں زمین خرید کر انہیں وہاں سے بے دخل کر رہے تھے۔اس کے بعد دو متضاد قوموں میں فطری طور پر ہمیشہ کے لئے فساد اور خون ہی ہونا تھا۔

اعلانِ بالفور کی خلاف ورزی:

اس قوم نے حسبِ روایت وحسبِ عادت اس معاہدے کی بھی کھلم کھلا خلاف ورزی کی،اور اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر اس معاہدے میں جو برائے نام فلسطینیوں کے حقوق تھے ان کو بھی پامال کرنے سے دریغ نہیں کیا۔اس ضمن میں ''ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی'' لکھتے ہیں:

> ''صیہونی دہشت گردوں کی نگاہ میں،جو فلسطین کو قومی یہودی ریاست میں تبدیل کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے،یہ اعلان توقعات سے بہت کم تر ثابت ہوا۔اعلان بالفور نے ضمانت دی تھی کہ ''کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جائے گا جس سے فلسطین میں رہنے والے غیر یہودی باشندوں کے تمدنی ومذہبی حقوق پر زد پڑے'' مگر صیہونی رہنماؤں نے اس کا پاس ولحاظ نہ کیا اور عالمی صیہونی تنظیم کے مقاصد کی تکمیل کے لیے اس اعلان کا استعمال کیا۔'' (۲۹)

اس وقت کی عالمی طاقتوں نے بھی اپنے مفادات کی خاطر مجرمانہ خاموشی اختیار کی اور صیہونیوں کو نہتے فلسطینیوں پر ظلم وستم ڈھانے کی کھلی چھٹی دی جس کا سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔

صیہونیوں کے توسیعی عزائم:

۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو آخر کار صیہونی اپنی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اسی دن برطانوی فوج کا فلسطین سے انخلاء ہوا،صیہونیوں نے اپنے حقوق کے لئے لڑنے والے عربوں کو فلسطین سے نکال دیا۔ایک اندازے کے مطابق سات لاکھ فلسطینی اردن میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوئے،صیہونی تشدد پسند شہروں،قصبوں،بستیوں اور صحراؤں میں بے بس مرد وعورت اور بچے بوڑھوں کے خون سے ہولی کھیلتا رہا۔چنانچہ ان مناظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر مجاہد مرزا لکھتے ہیں:

''صیہونی جنونیوں نے بالآخر اسرائیلی ریاست کے قیام کی خاطر سارے ہی مذموم ہتھکنڈے اختیار کر لیے۔وسیع پیمانے پر لوگوں کو بے دخل کیا گیا،قتل کیا گیا،ارادتاً دہشت گردیاں کی گئیں، دہشت گردیوں کا چرچا کیا گیا تا کہ لوگ خوفزدہ ہوکر جدھر منہ اٹھے راہ فرار اختیار کریں۔فلسطینیوں کو جن کے اجداد کی یہ سرزمین تھی،بھیڑوں کی طرح اکٹھا کر کے سرحدوں سے باہر دھکیلا گیا اور انہیں باور کرایا گیا کہ وہ کبھی بھی اپنے وطن اور اپنے گھر لوٹ نہیں سکتے،اور ان بہت سوں کو جنہوں نے وطن چھوڑنے سے انکار کیا اسرائیلی فوج نے تہہ تیغ کر دیا اور ان واقعات کا خوب چرچا بھی کیا گیا تا کہ خوف وہراس پھیل جائے اور بے چارے معصوم،غیر مسلح،بے یارو مددگار لوگ بیویوں، بچوں،بہنوں اور بوڑھے ماں باپ کے ساتھ نکل جائیں۔''(۳۰)

اسرائیلی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی اس کی توسیع کے منصوبے بھی سامنے آئے،جس کے مطابق اسرائیل کے اردگرد پھیلی عرب ریاستوں کو کمزور کر کے ان کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنا تا کہ یہ عرب ریاستیں 'اسرائیل' کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں۔اس ضمن میں ''اُوڈٹ ینون منصوبہ'' بالخصوص قابل ذکر ہے،جس کے مقاصد میں اسرائیلی ریاست کی تنظیم نو کرنا اور اس کے اطراف میں موجود ممالک میں انتشار و بدامنی کو ہوا دینا شامل ہے،یہی وجہ ہے کہ آج عرب ریاستیں بالعموم اور ملکِ شام بالخصوص اس منصوبے کی زد میں ہے اور آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ اسرائیل ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شام کے حصے بخرے کر کے اس کے کچھ حصے پر قابض ہونا چاہتا ہے۔چنانچہ اس توسیعی منصوبے کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

"Israel's policies are influenced by the "Oded Yinon Plan for Greater Israel" which aims to reconfigure Israel's geopolitics environment by balkanization of the large Arab states surrounding it into smaller and weaker states." (۳۱)

ایک یہودی ربی ''فیسچ مین'' "Rabbi Fischmann" کے مطابق اسرائیل اپنی جغرافیائی حدود کو ذیل کی حد بندی تک وسیع وعریض کرنے کا عزم رکھتا ہے:

"According to Rabbi Fischmann, The Promised Land extends from the River of Egypt up to the Euphrates, it includes parts of Syria and Lebanon." (۳۲)

صیہونی فکر و عمل پر قائم ہونے والی اسرائیلی ریاست سے متعلق 'ڈاکٹر محمد صالح' "Dr. Muhammad Saleh" کے الفاظ بھی قابل غور اور حقائق پر مبنی ہیں:

"The Jewish-Zionist entity is, indeed, a grave danger to the entire Muslim World. By the dawn of the 21st century, it has grounded itself in Palestine with five million Jews and a striking military capability, including 200 atomic bombs, that is capable of defeating the combined Arab armies, and bombarding the major capitals of the Muslim world.

The Zionist entity strives to keep the Muslim world in its current disarray, as this is the best guarantee for its survival and continuity."(۳۳)

ظلم و جبر اور غزہ کا محاصرہ:

آج ۹۰ فیصد فلسطین پر اسرائیل کا ناجائز تسلط قائم ہے۔شام کی جولان کی پہاڑیاں اور لبنان کے 'شبعاء فارمز' ان کے علاوہ ہیں جنہیں اسرائیل ضم کر چکا ہے۔اس وقت اسرائیل کی کل آبادی ۷۵ لاکھ سے زائد ہے اور اس میں یہودیوں کی تعداد ۵۸ لاکھ کے قریب ہے۔۲۰۰۶ء سے مغربی کنارے پر القدس کے ساتھ ساتھ دیوار برلن کے نمونے پر ایک دیوار بنائی جارہی ہے۔یہ دیوار ایک ہزار کلومیٹر طویل اور ۸ کلومیٹر اونچی ہے۔فلسطینیوں نے اسے 'جدار الفصل العنصری' یعنی نسلی منافرت کی دیوار کا نام دیا ہے۔دراصل مصر کی وادی سینا سے منسلک اور بحر متوسط کے ساحل پر پھیلی ہوئی ۴۰ کلومیٹر لمبی اور ۱۰ کلومیٹر چوڑی غزہ کی پٹی میں پندرہ لاکھ فلسطینی بستے ہیں۔۱۹۴۸ء میں سرزمین فلسطین پر قبضہ کر کے جب صیہونی ریاست قائم کرنے کا اعلان کیا گیا تو غزہ کی پٹی مصر کے زیر انتظام آ گئی۔مصری انتظام ۱۹ سال تک قائم رہا۔۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے نتیجے میں دیگر وسیع علاقوں سے بھی مہاجرین کی بڑی تعداد غزہ منتقل ہوگئی تھی، آٹھ مہاجر خیمہ بستیاں وجود میں آئیں۔یہودیوں نے بھی یہاں اپنی ۲۵ جدید بستیاں تعمیر کیں اور غزہ کی یہ مختصر سی پٹی کثافتِ آبادی کے لحاظ سے دنیا کی گنجان انسانی آبادی بن گئی۔۲۰۰۷ء میں غزہ کا محاصر کیا گیا، جو کئی ماہ جاری رہا۔یہاں کی آبادی پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے اور یہاں کے نہتے افراد پر مہلک اور خطرناک کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال کیا گیا، مساجد اور ہسپتالوں پر بمباری کی گئی، جان و املاک کا نقصان کیا گیا، یہاں کی آبادی غذائی قلت اور ادویات کی عدم فراہمی کے باعث شدید مشکلات سے دوچار ہوئی، مریض اور زخمی ہسپتالوں میں بے یارو مددگار پڑے رہے اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔''(۳۴)

غزہ کے محاصرے سے متعلق بیان کرتے ہوئے ایک فلسطینی پارلیمنٹرین 'خالدہ جرار' "Khalida Jarrar" حسب ذیل الفاظ قلم بند کرتی ہیں جو کہ آنکھوں دیکھے حالات و واقعات پر مشتمل ہیں:

"Israeli forces maintained their land, sea and air blockade of Gaza, in force since 2007, imposing collective punishment on the territory's 1.8 million inhabitants. Israeli controls on the movement of people and goods into and from Gaza. Israeli forces continued to impose a "buffer zone" inside Gaza's border with Israel and used live fire against Palestinians who entered or approched it." (۳۵)

غزہ میں ڈھائے گئے ظلم و ستم کی منظر کشی کرتے ہوئے 'وسام عفیفہ' لکھتی ہے:

''۲۷ دسمبر ۲۰۰۸ء کو قابض فوج نے غزہ کو جلا کر راکھ بنا دینے کے لیے آگ اور بارود کی بارش شروع کر دی۔صیہونی حملے کے پہلے ایک گھنٹے میں غزہ کا شہر جو ہولناک منظر پیش کر رہا تھا وہ اپنی جگہ، مگر ملبے کے ڈھیروں اور دھویں کے بادلوں کے پیچھے ایسی داستانیں بھی چھپی ہوئی ہیں جن

تک نہ تو مواصلاتی سیاروں کی رسائی ہوئی اور نہ ہی کیمروں کی آنکھیں انہیں محفوظ کر سکیں۔گرد و غبار کے بادل چھٹ گئے تو گوشت کے لوتھڑے دور دور تک بکھرے ہوئے نظر آئے۔شہدا کی پہچان ناممکن تھی،ظاہر ہے بوٹیوں کی پہچان ناممکن ہوتی ہے۔اعضا کے اندازے سے شہدا کی گنتی شروع ہوئی،جو کسی حد پر رکنے والی نہیں تھی بلکہ اس میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔''(۳۶)

ریاستی دہشت گردی اور عالمی برادری کی مذمت:

حال ہی میں (۱۵ستمبر۲۰۱۶ء)اقوام متحدہ کے سابقہ سیکرٹری جنرل 'بانکی مون' نے 'مسئلہ فلسطین' پر گفتگو کرتے ہوئے سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں اسرائیلی دہشت گردی کی مذمت کی اور اسرائیل کا فلسطین پر قبضہ کو غیر قانونی وغیر آئینی قرار دیتے ہوئے ان کی فلسطینی علاقوں میں آباد کاری کو عالمی قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی سے تعبیر کیا۔بانکی مون نے مزید کیا کہا اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

"Israel's construction of settlement outposts on land earmarked for a future independent Palestinian territories must be brought to an end. Let me be absolutely clear: settlements are illegal under international law. The occupation, stifling and oppressive, must end. The UN chief furthur noted that the settlement of around a million Israelis in Palestinian territories is diametrically opposed to the creation of a Palestinian State." (۳۷)

۲۰ستمبر۲۰۱۶ء کو اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے سابق امریکی صدر 'بارک اوباما' "Barack Obama" نے اسرائیل کو خبردار کیا کہ وہ ظلم وجبر اور اور قوت کے زور پر زیادہ عرصہ تک فلسطین پر قبضہ برقرار نہیں رکھ سکتا،اگرچہ امریکہ اور دوسری عالمی قوتیں اپنے مفادات کی خاطر قیامِ اسرائیل (۱۵مئی ۱۹۴۸) سے اب تک صیہونیوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں،لیکن امریکی صدر کا اپنے الوداعی اجلاس میں اسرائیلی جارحیت سے متعلق بیان قابل غور اور عامۃ الناس کے لیے حیرانگی کا باعث بھی ہے،چنانچہ امریکی صدر کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"Surely Israelis and Palestinians will be better off if Palestinians reject incitement and recognize the legitimacy of Israel. But Israel must recognize that it cannot permanently occupy and settle Palestinian land. We all have to do better, the US president said at the 71st session of the United Nations General Assembly in New York."(۳۸)

''یعنی درحقیقت اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ فلسطینی اشتعال انگیزی کا سد باب کریں اور اسرائیل کے قانونی جواز کو تسلیم کریں۔لیکن اسرائیل کو یہ جان لینا چاہیے کہ وہ مستقل فلسطین پر قبضہ برقرار نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی یہاں ہمیشہ کے لئے براجمان رہ سکتا ہے۔ہم سب کو بہتری کا راستہ اختیار کرنا ہے۔نیویارک میں جنرل اسمبلی (اقوام متحدہ) کے اے ویں اجلاس سے امریکی صدر کا اظہار خیال۔''

موجودہ امریکی انتظامیہ کا مؤقف:

یہ ایک اہم واقعہ ہے کہ اوباما انتظامیہ نے اسرائیل کے خلاف اقوام متحدہ میں پیش ہونے والی اہم قرارداد کو ویٹو نہیں کیا۔ ماضی میں امریکا نے ایسی بہت سی قراردادوں کو ویٹو کر کے اسرائیل کی مدد کی۔ تاہم اوباما نے روایتی امریکی پالیسی چھوڑ کر اس قرارداد کو منظور ہونے دیا۔ اس قرارداد کو اسرائیلی وزیر اعظم 'بنیامن نیتن یاہو' نے مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسرائیل اس 'شرمناک قرارداد' میں طے کی گئی شرائط پر عمل کا پابند نہیں۔ اسرائیلی وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ اسرائیل 'ٹرمپ انتظامیہ' کے ساتھ مل کر اس قرارداد کے منفی اثرات کا مقابلہ کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نومنتخب امریکی صدر نے مذکورہ قرارداد کے باعث اقوام متحدہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اسے 'افسوس ناک ادارہ' قرار دیا ہے۔'' (۳۹)

نومنتخب امریکی صدر نے حال ہی میں (جون ۔۲۰۱۷ء) اسرائیل کا دورہ کیا ہے اور اسے اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا ہے، اور ایک جگہ خطاب کرتے ہوئے امریکی و اسرائیلی تعلقات کو حسبِ ذیل الفاظ میں بیان کیا:

> "Speaking ahead of Trump's address at the Israel Museum: 'Israel never had and will never have a better friend than America. Together we must defeat those who glorify death and protect those who celebrate life." (۴۰)

مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اسرائیل کا امریکا سے بہتر نہ کوئی دوست تھا اور نہ ہوگا۔ ہم دونوں ممالک کو مل کر شکست دینی ہے ان عناصر کو جو موت کو گلے لگاتے ہیں (یعنی جدوجہد آزادی کے لئے جان قربان کرنے والے) اور ان لوگوں کا دفاع کرنا ہے جو زندگی کا جشن مناتے ہیں (یعنی اسرائیلی)۔

خلاصۂ بحث:

مذاہب عالم کا ماضی و عصری تناظر میں جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب امن و آشتی، باہمی خیر سگالی، ہمدردی، اور تحفظ جان و مال جیسی آفاقی و دائمی صفات سے متصف ہے، یہودیت کی اصل مذہبی تعلیمات بھی ان خوبیوں سے خالی نہیں۔ اس مذہب میں بھی امن و سلامتی کا تصور موجود ہے اور قتل و غارت کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن جدید صیہونیت کے علمبرداروں کا طرزِ عمل ان تعلیمات سے متصادم اور متضاد نوعیت کا ہے، مستقبل میں ان کے عزائم یہ ہیں کہ ایک تو یہ اسرائیلی ریاست کی توسیع کا منصوبہ رکھتے ہیں اور دوسرا 'ہیکل سلیمانی' کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور ہیکل کی تعمیر کے لیے مسجد اقصیٰ کو شہید کرنا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کی شہادت میں رکاوٹ بننے والے یا اس کی حفاظت کے تمام عوامل کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر سینکڑوں فلسطینی رہنماؤں کو قتل کروایا اور اکثر ان دہشت گردانہ کاروائیوں میں بے گناہ فلسطینی بھی موت سے ہمکنار ہوئے، ان قتل ہونے والے افراد میں عموماً شاعر، ادیب، دینی علماء اور صحافی شامل ہیں جو اپنے الفاظ سے فلسطینیوں میں حصولِ آزادی کی فطری خواہش کو اجاگر کرنے کے سزاوار ہوئے۔ نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والے 'گرین برگ' نامی ایک یہودی کے مضمون کے مطابق اسرائیل

ہر ماہ میں پانچ سے چھ سو فلسطینیوں پر تشدد کرتا ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مئی ۱۹۴۸ء سے اب تک کتنے افراد صیہونیوں کی عقوبت کا نشانہ بن چکے ہیں۔اہل اسلام کا باہمی اتفاق واتحاد بھی ان کے عزائم میں بڑی رکاوٹ ہے اور اس میں دراڑیں ڈالنے کے لیے قومیت،لسانیت،نسلی،جغرافیائی،مسلکی،اور عرب وعجم کے نام پر مسلمانوں کو تقسیم کیا جارہا ہے،پھر عربوں کو تقسیم کرنے کی خاطر کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے ذریعے مصر کو باقی عرب ممالک سے الگ کرنے کی صیہونی سازش بھی کی گئی۔عالم عرب اور مشرق وسطیٰ میں انتشار،بدامنی اور اختلافات کو ہوا دے کر کمزور کیا جارہا ہے اور واحد ایٹمی اسلامی ملک پاکستان کو روزِ اول سے ہی یہودیوں کی آنکھ میں کھٹک رہا ہے اس کے خلاف بھی ریشہ دوانیاں کی جارہی ہیں تاکہ مستقبل میں صیہونی عزائم کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ یا مزاحمت نہ سر اٹھا سکے۔فلسطین کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اگرچہ متعدد مرتبہ اقوام متحدہ میں زیر بحث لائے گئے،لیکن اس ضمن میں عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہیں کیے گئے۔عالمی قوتیں عموماً اور امریکہ خصوصاً،اسرائیل کی سفارتی،سیاسی،معاشی،عسکری اور دفاعی امداد کررہا ہے۔لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی امن اور بالخصوص مشرق وسطیٰ میں امن وامان کی صورتحال کو بہتر کرنے کے لیے مسئلہ فلسطین سے متعلق اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل کیا جائے اور ''ویٹو پاور'' جیسے استحصالی حربوں سے باز رہا جائے۔اس کے علاوہ عالم اسلام بالخصوص او۔آئی۔سی (O.I.C) قبلہ اول کے تحفظ میں اپنا کردار ادا کرے تاکہ اسلامی اخوت کا اظہار اور فلسطینی مسلمانوں پر جاری ظلم وتشدد ختم کیا جائے۔

مراجع وحواشی

۱۔ سورۃ المائدۃ:۱۸ ۲۔ کتاب مقدس،کتاب پیدائش،لاہور،بائبل سوسائٹی،۲۰۰۳ء،۱۸:۱۹۔۱۸

۳۔ یہ زبانی روایات کا مجموعہ ہے جو صدیوں یہودیت میں نسل در نسل منتقل ہوتا رہا ہے،اور آخر کار ان دستاویزات کو کتابی صورت میں مدون کیا گیا (تفصیل کے لیے دیکھیے:مقالات ہاشمی،مولانا عبدالقدوس ہاشمی،مرتب:ثناء الحق صدیقی،لاہور،دارالتذکیر،۲۰۰۳ء،ص:۱۶۵۔۱۷۱)

۴۔ Abrahim Cohin, *Every man's Talmud,* New York: Schocken Books, 1975, Page:61

۵۔ فیروز آبادی،مجد الدین،القاموس المحیط،بذیل لفظ'یہود'،بیروت،داراحیاء التراث العربی،الطبعۃ الاولیٰ،۱۹۹۱ء،۱/۴/۶۵

۶۔ سورۃ الجمعۃ:۶ ۷۔ کتاب مقدس،کتاب پیدائش،۶:۹۔۷،لاہور،بائبل سوسائٹی،۲۰۰۳ء

۸۔ کتاب خروج،۶:۲۳۔۸ ۹۔ کتاب گنتی،۳۵:۳۳

۱۰۔ Auerbach, Leo, *The Babylonian Talmud in Selection,* New York: Philosophical Library, 1944, P.52

۱۱۔ کتاب یسعیاہ،۲:۴ ۱۲۔ کتاب استثناء،۲۰:۱۰۔۱۲

۱۳۔ Abrahim Cohin, *Every man's Talmud* , New York: Schocken Books, 1975, Page:77

۱۴۔ یہ دستاویزات حضرت یوشع بن نونؑ کی جانب منسوب ہیں۔لیکن اس کے دلائل نہایت کمزور ہیں۔تفصیل کے لیے دیکھیے: (English Lexicon of the Old Testament, Drivers, S. R. Oxford: Clarendon Press, 1998, P.221-225)

۱۵۔ *Joshua,* chap 23:12-13, see more detaial in: wikipidia.org/wiki/Joshua

۱۶۔ Misbahul Islam Faruqi, *Jewish Conspiracy and the Muslim World* (Protocol.IX) Multan: The Universal Publication of Islamic Literature, 1981.

۱۷۔ *The New Encyclopaedia of Britannica*, Chicago, 1988, Vol. 12 Page. 922

۱۸۔ ۲۔سموئیل،۵:۱۰۔۷

۱۹۔ محی الدین،ابرار،ڈاکٹر،اسرائیل سے اسرائیل تک،سہ ماہی فکر ونظر،مدیر:صاحبزادہ ساجد الرحمٰن،جلد۔۴۶،۲۰۰۹ء،شمارہ۔۳،اسلام آباد:ادارہ تحقیقات اسلامی،ص:۷۶۔۷۷

۲۰۔ یوسف ظفر،یہودیت،لاہور،احمد پبلی کیشنز،۲۰۰۴ء،ص:۲۳ ۲۱۔ سورۃ البقرۃ:۶۱ ۲۲۔ سورۃ المائدۃ:۸۲

۲۳۔ ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم،۲/۱۱۹ بیروت:دار الاندلس،۱۳۸۵ھ

۲۴۔ ندوی،حبیب الحق،پروفیسر سید،فلسطین اور بین الاقوامی سیاست،لاہور،شرکت الامتیاز،۲۰۰۱ء،ص:۳۲۰۔۳۲۲

۲۵۔ Gelvin, James, *One Hundred Years of War* New York: Cambridge University Press, 2005, P.69

۲۶۔ Arnold, Thomas Walker, *The Preaching of Islam,* Lahore: suhail Academy, 1961, P.245

۲۷۔ *The New Encyclopaedia of Britannica*, Chicago, 1988, Vol. 1 Page. 831-32

۲۸۔ شہابی،فیض احمد،مشرقی یورپ میں مسلمانوں کا عروج وزوال،لاہور،ادارۂ معارف اسلامی،۱۹۹۱ء،ص:۷۰

۲۹۔ فلاحی،عبید اللہ فہد،ڈاکٹر،یہودی مغرب اور مسلمان،نئی دہلی،اسلامک بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۳ء،ص:۲۰۲

۳۰۔ مجاہد مرزا،ڈاکٹر،یہودیوں کا نسلی تفاخر،لاہور،بک ہوم،۲۰۰۶ء،ص:۱۲۷

۳۱۔ See more detail in: www.jworldtimes.com/JWT-June 2017

۳۲۔ Global Research, New York, April 29, 2013, P.32

۳۳۔ Muhammad Saleh, Mohsin, Dr. *The Palestinian Issue,* Hassan A. Abrahim(tr) Cairo: Al-Falah Foundation, 2008, P.31

۳۴۔ عبد الغفار عزیز،آگ کے شعلوں میں گھرا غزہ،ماہنامہ ترجمان القرآن،مدیر:پروفیسر خورشید احمد،جلد:۱۳۵،عدد:۲،شمارہ:فروری ۲۰۰۸ء،ص:۸۷۔۸۸

۳۵۔ Khalida Jarrar, MDE,15/3031/2015. See detail: Palestinian Parliamentarian Sentenced: "Israel Occupied Palestinian Territories."

۳۶۔ عفیفہ،وسام،غزہ کی جنگ،مرتب:حامد علی فاروق،لاہور،ادارہ معارف اسلامی،۲۰۰۹ء،ص:۴۰۔۴۱

۳۷۔ See more detail in: www.presstv.ir/detail/2016/09/15/

۳۸۔ *Times of Israel,* September 20, 2016, UN General Assembly Speech on Tuesday, 20, 2016.

۳۹۔ ہفت روزہ ایشیا،لاہور،مدیر:طارق محمود،جلد:۶۶،شمارہ:۲،۲۰۱۷ء،ص:۲۱۔۲۲

۴۰۔ See more detail in: www.haaretz.com/israel-news/1.791207